روزنامہ الفضل ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۴۱/۷۶ منگل ۱۳۔ جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ، یکم۔ صلح ۱۳۷۰ ہش، یکم جنوری ۱۹۹۱ء نمبر ۱

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کمزوریوں کا عرفان حاصل کریں

”عبادت کو فوری طور پر لازماً پھل نہیں لگا کرتا۔ بہت سے لمبے ایسے دَور سے گزرنا ہوگا جس میں انسان پہلے اپنے نفس کی آگاہی حاصل کرے۔ اپنی کمزوریوں کا عرفان حاصل کرے، اس عرفان کو پھر عرفانِ الٰہی کے راستوں پر منتقل کرے اور اپنے عرفان کے راستے سے خدا کا عرفان حاصل کرنے کی کوشش کرے“

(ارشاد سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

”نمازوں کو سنوار کر پڑھو کیونکہ ساری مشکلات کی یہی کنجی ہے اور اسی میں ساری لذات اور خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ صدقِ دل سے روزے رکھو۔ صدقہ و خیرات کرو۔ درود و استغفار پڑھا کرو۔ اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو۔ ہمسایوں سے مہربانی سے پیش آؤ۔ بنی نوع بلکہ حیوانوں پر بھی رحم کرو۔ اُن پر بھی ظلم نہ چاہیئے۔ خدا سے ہر وقت حفاظت چاہتے رہو کیونکہ ناپاک اور نامراد ہے وہ دل جو ہر وقت خدا کے آستانہ پر نہیں گرا رہتا وہ محروم کیا جاتا ہے۔ دیکھو اگر خدا ہی حفاظت نہ کرے تو انسان کا ایک دم گزارہ نہیں۔ زمین کے نیچے سے لے کر آسمان کے اُوپر تک کا ہر طبقہ اس کے دشمنوں سے بھرا ہوا ہے۔ اگر اسی کی حفاظت شامل حال نہ ہو تو کیا ہو سکتا ہے۔ دعا کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ ہدایت پر کاربند رکھے۔ کیونکہ اس کے ارادے دو ہی ہیں۔ گمراہ کرنا اور ہدایت دینا جیسا کہ فرماتا ہے (وہ اسکے ذریعے بہتوں کو ہدایت دیتا ہے اور بہتوں کو گمراہ کرتا ہے۔ ناقل) پس جب اس کے ارادے گمراہ کرنے پر بھی ہیں تو ہر وقت دعا کرنی چاہیئے کہ وہ گمراہی سے بچاوے اور ہدایت کی توفیق دے۔ نرم مزاج بنو کیونکہ جو نرم مزاجی اختیار کرتا ہے۔ خدا بھی اس سے نرم معاملہ کرتا ہے۔ اصل میں نیک انسان تو اپنا پاؤں بھی زمین پر پھونک پھونک کر احتیاط سے رکھتا ہے۔ تا کسی کیڑے کو بھی اس سے تکلیف نہ ہو۔ غرض اپنے ہاتھ سے، پاؤں سے، آنکھ وغیرہ اعضاء سے کسی کو کسی نوع کی تکلیف نہ پہنچاؤ اور دعائیں مانگتے رہو“

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۳۰)

اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہو

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الاوّل) فرماتے ہیں:۔

”اللہ بڑا بے پرواہ ہے اسے فرمانبرداری پسند ہے۔ خدا تعالیٰ آسودگی بخشے تو متکبر نہ بنو۔ لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ دوسروں کی بیٹیوں کے ساتھ نیک سلوک نہیں کرتے حالانکہ ان کے اپنے گھر بیٹیاں ہیں جو دوسرے گھروں میں جانے والی ہیں جو سلوک تم نہیں چاہتے کہ ہم سے ہو وہ غیروں سے کیوں کرو اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہو اور خدا کے فرمانبردار بننے کی کوشش کرو“

خطبات نور جلد اوّل صفحہ ۲۲۲

معلمین کی ضرورت ہے

ایسے احباب جماعت جن کو خدمت دین کا شوق ہے وہ اپنی درخواستیں مقامی جماعت کے صدر صاحب کی تصدیق سے دفتر وقف جدید کے نام ارسال کریں۔ جس میں اپنے کوائف نام، ولدیت، عمر، تعلیم، سکونت درج ہوں۔

ناظم ارشاد۔ وقف جدید

اپنے آپ کو صحیح راہ پر چلانے کی کوشش کرو اور نفس کا محاسبہ کرتے رہو

اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے)

”دنیا میں جتنی ٹھوکریں بیویوں کو اپنے خاوندوں سے۔ خاوندوں کو اپنی بیویوں سے۔ اولاد کو اپنے ماں باپ سے اور ماں باپ کو اپنی اولاد سے اور بہن بھائیوں کو ایک دوسرے سے لگتی ہیں وہ سب اسی نفس کی وجہ سے لگتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ بیویاں اور اولاد انسان کے لئے فتنہ ہیں۔ اور شیطان نے بھی جب حضرت آدم علیہ السلام کو ورغلانا چاہا تو اس نے یہی طریق اختیار کیا اور ان سے کہا۔ میں تمہارا ناصح اور خیر خواہ ہوں اگر شیطان حضرت آدم علیہ السلام کے پاس دشمن بن کر آتا تو وہ کبھی فریب میں نہ آتے لیکن وہ دوست بن کر آیا اور دوست بن کر اس نے آپ کو دھوکہ دیا۔ غرض دوست بن کر بہت سے فریب دیئے جاتے ہیں۔ اور نفس سے زیادہ اور دوست کون ہوگا۔ اور اگر نفس ہی دشمنی کرنے لگ جائے تو انسان اس پر جرح کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ صلحاء اور صوفیاء نے کہا ہے کہ سب سے بڑا دشمن تیرا اپنا نفس ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ کسی کا نفس دیدہ و دانستہ اسے تباہی کے گڑھے میں لے جانا چاہتا ہے۔ کسی ذلیل سے ذلیل شخص کا نفس بھی دیدہ و دانستہ اسے تباہی کے گڑھے میں نہیں گرانا چاہتا۔

نفس کی سب سے بڑی دشمنی یہ ہے کہ وہ انسان کے ظاہری فائدہ کے لئے ایسی دلیلیں دیتا ہے کہ اگر دشمن کے منہ سے سنی جائیں تو انسان انہیں فوراً رد کر دے لیکن نفس کی پیش کی ہوئی دلیلوں کو انسان رد نہیں کر سکتا۔ پس اس کے یہ معنی نہیں کہ کسی کا نفس یہ چاہتا ہے کہ وہ دوزخ میں جا پڑے اور وہ ذلیل ہو جائے۔ نفس کی سب سے بڑی دشمنی کے یہ معنے ہیں کہ وہ انسان کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانا نہیں چاہتا لیکن وہ نقصان پہنچا دیتا ہے اور اس میں اور دوسری قسم کی دشمنی میں فرق ہے۔ دشمن نقصان پہنچانا چاہتا ہے لیکن نقصان پہنچا نہیں سکتا لیکن نفس نقصان نہیں پہنچانا چاہتا اور وہ نقصان پہنچا دیتا ہے۔

پس ان حالات میں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم قدم بقدم سوچ کر چلیں اور اپنے دماغ کو اس بات کا عادی بنائیں کہ وہ پیچ کو دیکھے اور اسے پرکھنے کی قابلیت پیدا کرے۔ آخر یہ کام پہلوں نے کئے ہیں پھر ہم کیوں نہیں کر سکتے؟“

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷، اپریل ۱۹۵۰ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد، مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت: دار النصر غربی ربوہ، قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے

یکم صلح ۱۳۷۰ ہش — یکم جنوری ۱۹۹۱ء

ہماری خدمات حاضر ہیں

الفضل کی افادیت کے دائرے کو وسیع سے وسیع تر کرنے کیلئے ہم بھی ہمہ وقت سوچتے رہتے ہیں اور جو کچھ ہم سے بن آتا ہے وہ ہم کرتے ہیں۔ لیکن زندگی کے اتنے ڈھیر سارے پہلو ہیں کہ ان پر جتنا بھی غور کرتے چلے جائیں مزید باتیں سامنے آتی رہیں گی اسی لئے ہم نے کئی دفعہ اپنے قارئین سے گذارش کی ہے کہ وہ ہماری رہنمائی کرتے رہیں۔ وہ اپنی نگارشات بھی ہمیں بھیجیں۔ اپنے خیالات بھی اور اپنے اشارات بھی۔ اپنے ماحول میں زندگی کے جس پہلو پر کچھ کہنے کی ضرورت ہو یا کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت ہو اور وہ سمجھتے ہوں کہ الفضل کے ذریعہ بات دُور تک پہنچائی جا سکتی ہے تو بلا جھجک ہمیں لکھیں۔ یا مل کر توجہ دلا دیں۔ بس یہ جان لیں کہ الفضل جماعت کا اخبار ہے۔ اور ساری جماعت کا اخبار ہے۔ اس میں ہر وہ بات چھپ سکتی ہے۔ اور چھپنی چاہیئے۔ جس سے جماعت کے کسی حصّہ کو یا جماعت کے کسی فرد کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

بعض دوست ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ فلاں بات کہنے کو جی چاہتا ہے کئی دنوں سے سوچ رہا ہوں کہوں یا نہ کہوں لیکن کہتا نہیں۔ اس لئے کہ شائد الفضل میں ایسی بات شائع نہ ہو سکے۔ ہماری گذارش ہے کہ آپ بات تو کہیں۔ الفضل میں کسی چیز کا چھپنا یا نہ چھپنا ہم پر چھوڑیں۔ ہماری طرف سے کئی دفعہ یہ یقین دہانی کرائی جا چکی ہے کہ ہر مفید بات الفضل میں چھپے گی — اور ضرور چھپے گی۔

آپ ایسا بھی کر سکتے ہیں کہ کوئی بات اپنے لئے پوچھنی ہو تو ہمیں اطلاع دیں۔ ہم جماعت کے کسی عالم دین کی طرف آپ کی بات کی توجہ موڑ دیں گے اور وہ یقیناً آپ کو نجی خط کے ذریعہ جواب ارسال فرمائیں گے۔ ہم نے اس کا خاطر خواہ انتظام کیا ہوا ہے۔ اور کئی دوست اس سے فائدہ بھی اٹھا رہے ہیں۔ ہمارے علماء بھی خدا کے فضل سے پوری طرح تعاون کر رہے ہیں۔

پس الفضل سے رابطہ رکھئے۔ اور جتنا زیادہ سے زیادہ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اٹھانے کی کوشش کیجئے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں آپکی خدمت کی توفیق دے۔

مجھ کو اس شخص سے محبّت ہے
جو کسی طرح بے اصُول نہیں
جس کا دل بھی ہے صاف، چہرہ بھی
جھوٹ کی جس پہ کوئی دُھول نہیں

ـــــــ ابوالاقبال

○

آتے ہیں نظر اور، ہیں کچھ اور مگر، لوگ
لگتا ہے کسی شخص کے ہیں زیرِ اثر لوگ

ہر شخص کی ہر بات پہ کرتے ہیں وہ تنقید
خود کچھ بھی کہیں، لیتے نہیں اپنی خبر لوگ

ہم اپنے ہی سائے سے ڈرے رہتے ہیں دن رات
غیروں سے بھی ڈرتے نہیں، ہیں کتنے نڈر لوگ

مَیں شہر میں ان کے جو چلا جاؤں تو مجرم
بستی میں مری آتے ہیں بے خوف و خطر لوگ

انسان کا انسان سے ہوگا نا، کوئی فرق
بٹتے ہوئے دیکھے ہیں اِدھر اور اُدھر لوگ

اَوروں کو کھلاتے ہیں وہ نفرت کی غذائیں
خود کھائیں تو کھاتے ہیں محبّت کے ثمر لوگ

کس چیز کا سایہ نظر آتا ہے بہت کچھ
کس شَے کی تگ و تاز میں ہیں شام و سحر لوگ

وہ کون ہے جو شمعیں جلاتا ہے سرِ شام
اور ان کو بجھا دیتے ہیں کچھ اہلِ ہُنر لوگ

مَیں دل کی جلا کے لئے کرتا ہوں بہت کچھ
تاریک بنا دیتے ہیں ماحول مگر لوگ

چُپ چاپ گذر جاؤ نسیم انکی گلی سے
الزام لگا دیں نہ کوئی آپ کے سر لوگ

نسیم سیفی

الفضل کا باقاعدگی سے مطالعہ نوجوانوں کی اصلاح کا بہت اہم ذریعہ ہے۔ نوجوانوں کو اس کے مطالعہ کی عادت ڈلائیے اور قوموں کی اصلاح کا سامان کیجئے۔ (مینجر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات حضرت فضل عمر

(اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے)

تلقین عمل

ابھی پچھلے سفر میں جب میں کراچی گیا تو وہاں بغداد سے ہماری جماعت کے ایک دوست میرے پاس آئے اور انہوں نے کھجوروں کا ایک بکس پیش کیا اور کہا کہ یہ کھجوریں بغداد کی جماعت نے بھجوائی ہیں ہم کراچی میں ایک ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے اور اس کے دو کمرے کرایہ پر ہم نے لئے ہوئے تھے۔ ایک مردانہ تھا اور ایک زنانہ میں نے وہ کھجوروں کا بکس اس جگہ رکھوا دیا جہاں باقی اسباب پڑا تھا۔ اور پھر مجھے اس کا خیال بھی نہ رہا۔ جب ہم بمبئی پہنچے تو میری ہمشیرہ نے کسی موقعہ پر کھانا کھانے کے بعد کہا کہ اسوقت کچھ میٹھے کو جی چاہتا ہے میں چونکہ کھجوروں کا ان سے ذکر کر چکا تھا اس لئے انہوں نے پوچھا وہ کھجوریں کہاں گئیں۔ اس پر مجھے انکا خیال آیا اور میں نے ہمراہیوں سے پوچھا کہ وہ کھجوروں کا بکس کہاں ہے۔ جن صاحب سے پوچھا تھا انہوں نے جواب دیا کہ ایک بکس تو ہمارے کمرے میں ضرور تھا مگر چونکہ ہم قادیان سے وہ بکس نہیں لے گئے تھے اس لئے میں نے اور میرے ہمراہی نے وہ بکس اسباب سے الگ کر کے رکھ دیا کہ شائد کسی اور کا ہو۔ میں نے انہیں بتایا کہ یہ بکس بغداد کی جماعت کی طرف سے بطور تحفہ آیا تھا اور میں نے اسباب میں رکھوا دیا تھا۔ جب کمرہ ہمارا تھا اور اسباب بھی ہمارا تھا تو آپ لوگوں کو یہ کیونکر خیال ہوا کہ اسے الگ نکال کر رکھ دیں۔ کسی اور کا ہوگا۔ آخر دوسرے کسی شخص کو یہ خیال کیونکر پیدا ہو سکتا تھا کہ وہ اپنا اسباب اٹھا کر ہمارے کمرے میں آ کر رکھ دے۔ لوگ تو دوسروں کا اسباب اٹھایا کرتے ہیں۔ اپنا اسباب دوسرے کے گھر میں تو آکر کوئی رکھ کر جاتا نہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ہم نے سمجھا کہ کسی احمدی کا بکس ہوگا۔ میں نے کہا اگر یہ خیال تھا۔ تب بھی اسے ساتھ رکھنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اس وقت ہم تو کمرہ خالی کر رہے تھے اور احمدی ہماری وجہ سے ہی وہاں آتے تھے۔ وہاں اسے چھوڑ دینے کے یہ معنی تھے کہ اپنے بھائی کا اسباب ضائع ہونے دیا جائے کیونکہ کمرہ خالی کر دینے کے بعد کون اسکی حفاظت کر سکتا تھا۔ اس صورت میں بھی آپکا فرض تھا کہ بکس ساتھ رکھ لیتے اور جب ساحلِ سمندر پر دوست رخصت کرنے کے لئے آتے تو ان سے پوچھتے کہ اگر کسی دوست کا یہ سامان رہ گیا ہو تو وہ لے لیں۔ مگر سب سے مقدّم یہ امر تھا کہ مجھ سے پوچھتے کہ یہ زائد سامان کیسا ہے۔ کوئی چیز یہاں سے تو نہیں خریدی اس کو سن کر وہ دونوں دوست جن کے ذمے سامان کی حفاظت تھی مسکرا پڑے کہ یہ خیال ہی نہیں آیا۔ اب یہ کتنی بڑی سادگی ہے ایک کمرہ کرائے پر لیا جاتا ہے۔ اس میں اپنا تمام اسباب رکھا جاتا ہے۔ مگر روانگی کے وقت ایک بکس اسی جگہ چھوڑ دیا جاتا ہے اور سالارِ کارواں سے پوچھا تک نہیں جاتا کہ یہ صندوق بھی ہمارا ہی ہے یا کسی اور کا۔ کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ میں نے خود کوئی وہاں سے سودا منگوایا ہو اور اسے صندوق میں بند کر دیا گیا ہو مگر محض اسلئے اسے چھوڑ دیا گیا کہ قادیان سے چلتے وقت ہم اس صندوق کو اپنے ہمراہ نہیں لائے تھے اور یہ خیال ہی نہیں آیا کہ دریافت تو کر لیا جائے کہ یہ صندوق کس کا ہے۔ اگر وہ ذہانت سے کام لیتے تو انہیں چاہیئے تھا کہ وہ صندوق کو بھی اٹھاتے اور مجھ سے پوچھتے کہ یہ کس کا ہے۔ جب وہ میرے کمرے میں پڑا ہوا تھا تو بہرحال میرا ہی ہو سکتا تھا۔ اگر دو مسافروں کا وہاں سامان ہوتا تب تو شبہ ہو سکتا تھا کہ یہ سامان شائد میرا ہے یا اسکا۔ مگر جب ان کمروں میں ہی ہم تھے تو کسی کی عقل ماری ہوئی تھی کہ وہ اپنا اسباب اٹھا کر ہمارے کمرے میں رکھ دے۔ یا گھر سے ٹرنک لاکر ہمارے ٹرنکوں میں ملا دے۔ پھر وہ کہنے لگے ہم نے سمجھا شائد یہ جماعت والوں کا اسباب ہے۔ حالانکہ اول تو ہم ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے اور وہاں جماعت کا سامان کسی طرح نہیں آسکتا تھا۔ لیکن اگر بالفرض انکے نزدیک یہ کسی جماعت کے دوست کا ہی صندوق تھا تو بہرحال انہیں یہ تو سمجھنا چاہیئے تھا کہ اب ہم نے دوبارہ اس ہوٹل کے کمرے میں نہیں آنا پس انہیں چاہیئے تھا کہ وہ اس صورت میں بھی اس صندوق کو اٹھاتے اور جہاز تک لاکر دریافت کرتے کہ کس احمدی کا صندوق ہے۔ اس طرح بات بھی کھل جاتی اور چیز بھی ضائع نہ ہوتی کیونکہ اگر بالفرض وہ کسی احمدی بھائی کا سامان ہوتا تو بھی اسکی حفاظت ہمارے ذمے تھی۔ کیونکہ وہ ہمارے کمرے میں تھا اور انہیں چاہیئے تھا کہ دونوں صورتوں میں وہ اسباب اٹھاتے اور ساتھ لے جاتے۔ مگر جب میں نے ناراضگی کا اظہار کیا تو کہنے لگے خیال ہی نہیں آیا۔ اور یہی جواب ہے جو ہر ہندوستانی غلطی کے موقعے پر دیا کرتا ہے اور جب اس سے بھی زیادہ ناراضگی کا اظہار کیا جائے تو دوسرا قدم یہ اٹھاتا ہے کہ کہہ دیتا ہے غلطی ہو گئی ہے معاف کر دیجئے۔

میں چاہتا ہوں کہ خدام الاحمدیہ اپنے کام میں اس امر کو بھی مدّنظر رکھے اور نوجوانوں کے ذہنوں کو تیز کریں ہم نے بچپن میں جو سب سے پہلی انجمن بنائی اس کا نام تشحیذ الاذھان تھا۔ یعنی ذہنوں کو تیز کرنے کی انجمن۔ اسکے نام کا تصور کرکے بھی میرا ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ اور میرا دل خوشی سے بھر جاتا ہے کہ (......) ذہن کیسے تیز ہوتے ہیں اور وہ کس طرح وہ معمولی باتوں میں بڑے بڑے اہم نقائص کی اصلاح کی طرف توجہ دلا دیتے ہیں۔ کہ آج ایک وسیع تجربے کے بعد جو بات مجھ پر ظاہر ہوئی ہے اسکی طرف حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے نہایت سادگی کے ساتھ صرف دو لفظوں میں توجہ دلا دی تھی۔ کیونکہ جب ہم نے ایک انجمن بنانے کا ارادہ کیا تو میں نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کا کوئی نام تجویز فرمائیں۔ تو آپ نے اس انجمن کا نام تشحیذ الاذھان تجویز فرمایا یعنی ذہنوں کو تیز کرنا۔ رسالہ تشحیذ الاذہان بعد میں اسی وجہ سے اس نام پر جاری ہوا کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے انجمن کا نام تشحیذ الاذہان رکھا تھا اور چونکہ اسی انجمن نے یہ رسالہ جاری کیا۔ اسلئے اس کا نام بھی تشحیذ الاذہان رکھ دیا گیا۔

کہتے ہیں کوئی بادشاہ تھا۔ اس نے اپنے ملک کے ایک مشہور جوتشی کو بلایا اور اپنا لڑکا اس کے سپرد کرتے ہوئے کہا کہ اسے علم جوتش سکھا دو۔ چنانچہ وہ اسے لے گیا اور مدّت تک سکھاتا رہا جب اس نے تمام علم اسے سکھا دیا تو وہ بادشاہ کے پاس اسے لایا اور کہنے لگا کہ بادشاہ سلامت! میں نے جوتش کا تمام علم اسے پڑھا دیا ہے اب آپ چاہیں تو اس کا امتحان لے لیں۔ بادشاہ نے اپنی انگوٹھی کا نگینہ اپنے ہاتھ میں چھپا کر لڑکے سے پوچھا کہ تم علم جوتش سے بتاؤ کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ لڑکے نے حساب لگایا اور کہا کہ چکّی کا پاٹ۔ بادشاہ نے اس جوتشی کی طرف دیکھا اور کہا کہ تم نے اسے کیا پڑھایا ہے۔ وہ کہنے لگا حضور چکّی کا پاٹ بھی پتھر کا ہوتا ہے اور نگینہ بھی پتھر کا ہے۔ پس میرا علم تو صحیح ہے باقی اگر آپکے لڑکے میں ذہانت نہ ہو اور وہ اتنی بات بھی نہ سمجھ سکے کہ چکّی کا پاٹ ہاتھ میں نہیں آسکتا تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ میرا علم تو صحیح ہے۔

اسی طرح میں نے یہ لطیفہ کئی دفعہ سنایا ہے۔ جو دراصل حضرت امام جماعت (الاول) اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے، سے میں نے سنا ہوا ہے کہ کوئی لڑکا تھا اسے گاؤں کے بعض بڑے بڑے لوگوں نے کسی دوسرے علاقے میں طب پڑھنے کے لئے بھیجا کیونکہ ان کے ہاں کوئی طبیب نہیں تھا۔ انہوں نے خیال کیا کہ اگر یہ لڑکا طب پڑھ گیا تو ہماری ضرورت پوری ہو جائے گی اور آئے روز جو ہمیں طبیب کے نہ ہونے کیوجہ سے تکلیف رہتی ہے یہ رفع ہو جائے گی وہ لڑکا دوسرے علاقے کے ایک مشہور طبیب کے پاس پہنچا اور کہنے لگا مجھے اپنے علاقہ کے رؤساء نے آپکے پاس طب پڑھنے کے لئے بھیجا ہے۔ کیونکہ ہمارے ہاں کوئی طبیب نہیں۔ وہ کہنے لگا بڑی اچھی بات ہے اس سے زیادہ نیکی کا کام اور کیا ہو سکتا ہے طب سے خدمت خلق ہوتی ہے اور لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے پس یہ بہت ہی ثواب کا کام ہے۔ تم میرے پاس رہو میں تمہیں تمام طب سکھا دونگا۔ چنانچہ وہ ان کے پاس رہنے لگ گیا۔ دوسرے ہی دن وہ کسی کے پاس پہنچے تو وہ اسکے پاس بیٹھ گئے۔ دوسرے ہی دن وہ کسی مریض کو دیکھنے کے لئے چلے گئے اور انہوں نے اس لڑکے کو ساتھ لے لیا۔ جب مریض کے پاس پہنچے تو وہ اس کے پاس بیٹھ گئے نبض دیکھی۔ حالات پوچھے اور باتوں باتوں میں کہنے لگے کہ آپ نے کل کہیں چنے تو نہیں کھائے۔ وہ کہنے لگا ہاں کچھ چنے کھائے ہی تھے وہ کہنے لگے آپکا معدہ کمزور ہے ایسی سخت چیز آپکو ہضم نہیں ہو سکتی۔ پیٹ کا درد اس وجہ سے ہے آپ ایسی چیزیں نہ کھایا کریں پھر ایک نسخہ لکھ کر اسے دے دیا اور

باقی صہ 5 پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات

نون۔ سین

یرغمالیوں سے سلوک

جو لوگ انسانی ڈھال کے طور پر عراق میں رکھے گئے تھے۔ انہوں نے بغداد سے روانگی کے وقت صحافیوں کو مختلف قسم کے بیان دئے ہیں کچھ بیان جذباتی اور کچھ غیر جذباتی تھے۔ کچھ مبالغہ آمیز اور کچھ سیدھی سادی باتیں بہرحال ہر شخص نے اپنے ذوق کے مطابق گزارے ہوئے وقت پر تبصرہ کیا۔ کسی نے کہا ہمیں تو کھانا پکانے کی اجازت تھی ہمیں ریڈیو بھی ملے ہوئے تھے۔ کسی نے کہا ایک مقامی شخص نے میرے ساتھ جھوٹ بولا اور میں نے اسے ایسے زور سے مکہ رسید کیا کہ ساری عمر میں نے کسی کو اتنے زور سے مکہ نہیں مارا تھا اور میں وہاں سے بھاگ نکلا جب میں وہاں سے بھاگ نکلا تو کچھ دور جانے بعد مجھے محسوس ہوا کہ میرے پاؤں میں تو جوتا نہیں ہے کسی نے کہا کہ ہمارے پاس ٹی۔ وی۔ بھی موجود تھے کسی نے کہا کہ میں نے ایک خط مسز تھیچر کو لکھا اور سمگل کر کے اسے پہنچا دیا اس خط میں میں نے لکھا تھا کہ آپ بالکل نہ جھکیں ایک شخص نے بتایا کہ بعض اوقات ہمیں مقامی لوگوں سے انتقام لینا پڑتا تھا۔ جو ہمارے ساتھ سیدھی طرح پیش نہیں آتے تھے مثلاً ایک شخص جسے خورد و نوش کی اشیا لانے پر مامور کیا گیا تھا ہمیں اس کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ ہمارے لئے دی گئی رقم میں گھپلا کرتا ہے چنانچہ جب ہم نے از خود کھانے پینے کی چیزیں خریدیں تو ہمیں پتہ چلا کہ جتنی قیمت میں وہ چیزیں لاتا تھا اس سے ۱/۶ قیمت میں وہ چیزیں ہمیں مل گئیں۔ ہم نے اس کی رپورٹ کی اور سزا کے طور پر اسے جیل بھیج دیا گیا ان سب باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ پریشانی بے شک تھی آخر یہ سب لوگ ڈرتے تھے کہ جب بھی جنگ شروع ہو گی اگر ان اہم تنصیبات پر حملہ کیا گیا تو سب سے پہلے وہ ختم ہوں گے لیکن اس کے علاوہ جہاں تک آپس کے سلوک کا تعلق ہے عراقیوں نے ان یرغمالیوں سے اچھا ہی سلوک کیا اور اگر کسی مقامی کے متعلق انہیں یہ رپورٹ ملی کہ وہ گھپلا کر رہا ہے تو اسے باقاعدہ سزا دی گئی اور جیل بھیج دیا گیا حالانکہ عام طور پر خیال یہ کیا جا سکتا ہے کہ ایسے لوگوں کو بھی عراقی برداشت کر لیں گے۔ کیونکہ آخر انہیں ان لوگوں سے دشمنی ہے جنہیں تنصیبات پر رکھا گیا ہے لیکن بہرحال ایسا نہیں ہوا اور یہ بات عراق کے حق میں جاتی ہے

غلط فہمی یا غلط بیانی

بہروپئے کو تو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ وہ وہ کچھ نہیں ہے جو وہ لوگوں کو دکھا رہا ہے وہ ہے کچھ اور اور اس نے روپ کسی اور کا دھار رکھا ہے۔ مثلاً دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص سال میں ایک دو دفعہ دفاتر میں آتا ہے کبھی وہ کوئی بل وصول کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کبھی وہ ہاتھ دیکھ کر آپ کی قسمت بتانے کی لیکن جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ جس سے وہ بات کر رہا ہے وہ کچھ نہ کچھ دینے پر مائل ہو گیا ہے تو وہ مسکرا دیتا ہے۔ کچھ رقم لے کر چلا جاتا ہے۔ ایسے شخص کو اپنی حیثیت کا پوری طرح علم ہوتا ہے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو وہ کچھ تو نہیں دکھاتے جو وہ نہیں لیکن دراصل وہ یہ سمجھتے بھی نہیں کہ وہ کچھ اور ہیں۔ انہیں یقین ہوتا ہے کہ جو کچھ وہ اپنے آپ کو پیش کر رہے ہیں۔ وہی کچھ ہیں اگرچہ وہ ہوتے نہیں۔ ایسا ہی ایک بہت بڑا ماہر شخص گذشتہ دنوں انگلستان میں پکڑا گیا۔ اس کا اصل نام تو کرپال سنگھ جوہل ہے۔ لیکن وہ اپنے آپ کو ہز رائل ہائی نس بندر فیصل آف سعودی عریبیا کہتا ہے۔ جب وہ پکڑا گیا تو اسے نائٹس برج کراؤن کورٹ میں ساڑھے چار سال قید کی سزا ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ سزا ہو جانے کے باوجود اس بات کا یقین نہیں ہو سکا کہ وہ اپنے آپ کو جان بوجھ کر شہزادہ کہتا ہے یا واقعی اپنے آپ کو شہزادہ سمجھتا ہے حالانکہ وہ ہے نہیں۔ ہرٹفورڈ شائر میں فراڈ کے متعلق تحقیقات کرنے والے ایک گروپ نے اس شخص کا پتہ چلایا بظاہر یہ ایک رنٹ کلرک (کرایہ وصول کرنے والا) تھا جو آج کل فارغ ہے لیکن اب دیکھا گیا تو اس کے پاس ایک بہت بڑا مکان ہے۔ شرابوں میں وہ بہترین شراب پیتا ہے اور اپنی گاڑی خود ڈرائیو کرنے کی بجائے ڈرائیور رکھا ہوا ہے۔ گاڑی اس کی لیموسین ہے اور وہ ٹیلکس اور فیکس کے ذریعے دنیا بھر کی تجارتی کمپنیوں سے تعلقات رکھتا ہے مسٹر جوہل کی عمر ۵۸ سال ہے۔ بیوی کو طلاق دے چکا ہے اور تین بچے اس کے ساتھ ہیں۔ یہ شخص کینیا میں پیدا ہوا تھا اور آج سے ۱۸ سال قبل انگلستان آگیا تھا۔ ۱۹۶۶ء میں اس نے اپنا دلچسپ کاروبار شروع کیا اور ۱۹۷۵ء میں وہ اپنے آپ کو پرنس فیصل کہنے لگا۔ اس کے ایک ہی سال بعد اسے فراڈ کے سلسلے میں ۶ سال قید کی سزا ہو گئی اس سزا کے وقت اس نے دھوکا دہی سے لوگوں سے ۲۲٬۵۰۰ پونڈ وصول کر لئے ہوئے تھے اور اس وقت یہ اپنے آپ کو ڈاکٹر سنگھ بھی کہتا تھا۔ ۱۹۸۶ء میں بطور رنٹ کلرک کے اپنی نوکری چھوڑ دی اور آئیل آف مین (جرسی) اور کئی جگہوں پر اس نے کئی کمپنیوں کا آغاز کر دیا ایک کمپنی کے ذریعے اس نے ۶ لاکھ پچاس ہزار پونڈ کا ایک مکان خریدا جس میں سوئمنگ پول بھی تھا اور اپنے آپ کو یہ کہہ کر بلڈنگ سوسائٹی سے متعارف کروایا کہ وہ دراصل پرنس فیصل ہے اور وہ "ہارن چرنچ" کا ۴۰۳۰۰۰ پاؤنڈ سالانہ پر ملازم ہے۔ آخر اس خریدے ہوئے مکان کی اقساط ادا ہوتی تھیں اور ۱۸۷۷ پونڈ اس کی ماہانہ قسط تھی جب یہ قسط نہ دی جا سکی تو کمپنی والوں نے یہ مکان اس سے واپس لینے کی دھمکی دے دی اسنے اپنے آپ کو پرنس فیصل کہتے ہوئے ایک مکان گروی رکھنے کے لئے بنک آف ڈنمارک سے ۹۵۸۰۰۰ روپیہ قرض لیا۔ یہ رقوم مل اسے اس لئے جاتی تھیں کہ وہ اپنے آپ کو پرنس فیصل آف سعودی عریبیا کہتا تھا۔ یہ رقم قرض لے کر اس نے سوسائٹی کا بل بھی ادا کر دیا۔ اور ایک قسط ڈینش بنک کو بھی واپس کر دی اور باقی رقم اپنے پاس رکھتے ہوئے اپنی رہائش گاہ کا نام فیصل ہاؤس رکھ دیا۔ ایک وقت میں وہ اپنے آپ کو جیمز سنگھ بھی کہتا رہا۔ جو بنکر تھا اور قیمتی دھاتوں کا ماہر۔ اس نے یہ بھی لوگوں کو بتایا کہ وہ ملکہ کے ایک بھتیجے کا مشیر ہے اور ان سب باتوں کی وجہ سے لبرٹی لائف پراپرٹی گروپ کے ساتھ منسلک ہو گیا۔ وہ اسکے رہن سہن بات چیت اور چہرے مہرے سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے ابتدائی طور پر پیشگی کے طور پر ایک لاکھ پاؤنڈ اسکے جرسی بنک میں جمع کروا دیئے۔ یہ رقم چند ہی دنوں میں وہاں سے نکلوالی گئی۔ تحقیقات کرنے والے سارجنٹ ایلن لیمبرٹ (ALAN LAMBERT) جنہوں نے اس تحقیقات میں سربراہی کا کردار ادا کیا کہتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو اپنی سمجھ کے مطابق پیش کرنے والا دنیا کا بہترین شخص ہے۔ اسنے اپنا کردار اتنی اچھی طرح ادا کیا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ دیانت داری سے یہ بات سمجھتا تھا کہ وہ ایک سعودی پرنس ہے۔

دیکھا آپ نے کس کس طرح کے اس نے فراڈ کئے جن کے نتیجے میں اسے ۴½ سال قید کی سزا ہوئی۔ بہت بڑے ادارے نے اس کی تحقیقات کی لیکن تحقیقات کے بعد نتیجہ یہی نکلا کہ وہ پرنس تو نہیں ہے لیکن دیانت داری کے ساتھ وہ اپنے آپ کو پرنس سمجھتا ہے اور اسی لئے وہ بڑے بڑے کاموں میں ہاتھ ڈالتا ہے اور اکثر اوقات کامیاب بھی ہو جاتا ہے۔ جیل تو اسے بھیج دیا گیا ہے لیکن ہمارے خیال میں اسے عام جیل کی بجائے دماغی امراض کے جیل میں بھیجنا چاہیئے کیونکہ اگر وہ پرنس ہے نہیں اور وہ اپنے آپ کو پرنس سمجھتا ہے تو یقیناً اس اسکے دماغ میں خلل ہو گا۔ دماغ میں خلل ہے تو اس بات کا بھی امکان ہے کہ اس کا کامیابی کے ساتھ علاج کیا جا سکے۔ حضرت امام جماعت (الثانی) نے بعض گناہوں کے متعلق منہاج الطالبین میں فرمایا ہے کہ وہ دراصل گناہ نہیں ہوتے بلکہ جسمانی اور ذہنی بیماری کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ حقیقت میں گناہ تو وہ ہے جسے انسان سوچتے سمجھتے ہوئے کسی بات کو برا جاننے کے باوجود ایسا عمل کرے جسے عرف عام میں گناہ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن وہی عمل وہ اس صورت میں بھی کر سکتا ہے کہ اسے کوئی بیماری لاحق ہو اور اسکے نتیجے میں بے توجہگی سے وہ بات سرزد ہو جائے مثلاً جوتی چرانا کوئی نیکی کا کام تو ہے نہیں یہ گناہ ہے۔ لیکن حضور فرمایا کرتے تھے کہ ایک بہت بڑے امیر آدمی کو یہ بیماری لاحق تھی کہ وہ عبادت گاہوں میں جا کر چپکے سے کسی کی جوتی اٹھا کر لے آتا تھا جب اس بات کا لوگوں کو پتہ چلا تو دیکھا گیا کہ اسکے گھر میں ایک کمرے میں جوتیوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ آخر اسے ان جوتیوں کی ضرورت تو نہیں تھی اور وہ تھا بھی اتنا امیر کہ اسے جوتا چرانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن وہ اس بیماری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں مبتلا تھا اور کسی بھی وقت وہ بے اختیار ہو کر عبادت گاہوں کی طرف چلا جاتا اور وہاں جو سب سے اچھی جوتی اسے نظر آتی وہ اٹھا کر لے آتا۔ کرپال سنگھ جوپل کا بھی اگر طبی معائنہ کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ یہ اسکی ذہنی بیماری کا نتیجہ ہو کہ وہ اپنے آپ کو سعودی عرب کا ایک شہزادہ سمجھتا ہے۔

تندرست اور طاقتور گوشت

اچھی صحت اور طاقت کے لئے صحت مند گوشت کا کھانا ضروری ہے۔ ہمارے ملک میں پالتو جانور تعداد کے لحاظ سے کسی ترقی یافتہ ملک سے کم نہیں ہیں اس کے باوجود ہمارے ملک میں گوشت کی بہت کمی ہے روز بروز باشندے لحمیاتی کمی کا شکار ہو رہے ہیں۔ گائیں اور بھینسوں کی نسلیں بنیادی طور پر دودھ دینے والی نسلوں میں شمار کی جاتی ہیں گوشت والی نسل کا پیٹ سفید گہرا اور بھرپور ہوتا ہے۔ ان جانوروں کی ٹانگوں کی ہڈیاں چھوٹی اور موٹی ہوتی ہیں کمر کافی کشادہ لمبی اور گوشت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ گردن چھوٹی اور خوبصورتی کے ساتھ کندھوں کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے کھلی ہڈی بال ملائم ٹانگیں سیدھی اور چھوٹی ہوتی ہیں ہمارے ملک میں ان خصوصیات والی کوئی نسل نہیں پائی جاتی۔

ہمارے جانور دوسرے ممالک کے جانوروں کی نسبت دیر سے جوان ہوتے ہیں اور اس طرح ان کی نشوونما کے لئے زیادہ عرصہ لگ جاتا ہے یہ بنیادی طور پہ دودھ دینے والی نسلیں عام طور پر اس وقت انہیں ذبح کیا جاتا ہے جب یہ دودھ دینے کے قابل نہیں رہتیں۔ جانوروں کی تعداد کافی ہے زیادہ تعداد زیادہ گوشت کی ضامن نہیں بن سکتی۔ کیونکہ مالک اپنے جانوروں کو پوری اور متوازن خوراک نہیں دیتے۔ جانور کمزور اور غیر صحت مند ہو جاتے ہیں۔ اور بہت سی بیماریاں لگ جاتی ہیں۔ کئی مادہ جانور خوراک کی کمی کی وجہ سے بانجھ ہو جاتے ہیں جو گائیں اور بھینسیں دودھ دے رہی ہوں انہیں قصائیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا جاتا ہے جس موسم میں چارہ کی کمی ہوتی ہے۔ جانوروں کی صحت بحال رکھنے کے لئے خوراک کی ضرورت ہوتی ہے زیادہ خوراک حاصل کرنے کے لئے زیادہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ گوشت کی پیداوار کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ چراگاہوں میں گھاس بھی کم ہوتا ہے۔ جانوروں کو خوراک کم ملتی ہے اور جسم پہ گوشت پیدا ہوتا ہے ہمارے ملک میں ۷۵ فیصدی کٹے فاقہ کشی کی وجہ سے مر جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بھینسیں ۵۰ لاکھ کے قریب ہیں اور تیرہ لاکھ کٹے پیدا ہوتے ہیں اگر شرح اموات ۲۰ فیصد لگائی جائے تو تقریباً دو لاکھ ساٹھ ہزار کٹے موت کا شکار ہو جاتے ہیں اگر ان کو ایک سال کم دودھ خوراک کے ساتھ پالا جائے تو انکا وزن پچاس پونڈ تک ہو جاتا ہے۔ اگر ہم خوراک اور علاج معالجہ کی طرف توجہ دیں گوشت کی قلت کافی حد تک دور ہو سکتی ہے۔ اگر کھال بھی زیادہ قیمت پہ فروخت ہو تو زرمبادلہ بڑھایا جا سکتا ہے

گوشت مختلف قسم کے لچک دار نرم سخت موٹے اور پتلے ریشہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ گوشت کے ریشوں کی نشوونما جانور کی عمر کے ساتھ جوان ہونے تک ہوتی رہتی ہے عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ جسم کے مختلف حصوں میں چربی پیدا ہو جاتی ہے چھوٹے جانوروں کے گوشت میں زیادہ لچک اور چربی نرم ہوتی ہے۔ جوان جانوروں کی چربی رنگدار اور زیادہ ہوتی ہے بوڑھے جانوروں میں چربی کم ہوتی ہے اور گہرا زرد رنگ پکڑ جاتی ہے۔ عمر کے ساتھ ساتھ جلد کے نیچے ریشوں کے ساتھ چربی جمع ہو جاتی ہے جس جانور کو ذبح کرنا ہو اسے کم از کم ۲۴ گھنٹے سوائے تازہ پانی کے کوئی خوراک نہیں دینی چاہیئے اسے علیحدہ رکھنا چاہیئے۔ جس جانور کا جسم گرم ہو اسے ذبح نہیں کرنا چاہیئے۔ تازہ ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت قدرے سخت اور بے مزہ ہوتا ہے کچھ دیر رکھنے کے بعد پکائیے تو مزے دار ہو جاتا ہے پہلے وقتوں میں گوشت کو لذیذ بنانے کے لئے کچھ دیر لٹکا دیا جاتا تھا اب فریج میں رکھ دیتے ہیں ۳۴ فارن ہائٹ میں دس دن تک صحیح حالت میں رکھا جا سکتا ہے۔ عمدہ گوشت کا رنگ ہلکا گلابی ہونا چاہیئے۔

گوشت کا دارومدار جانور کی عمر اور صحت پر ہوتا ہے۔ گوشت کی خوشبو عام طور پہ خوشگوار ہونی چاہیئے۔ اچھے گوشت کے ساتھ چربی اور ریشے پائے جاتے ہیں۔ جس میں پانی کی مقدار ۶۲ فیصد ہونا ضروری ہے اگر ذبح کرنے کے بعد گوشت کو فوری طور پہ پکا لیا جائے تو گوشت ٹھیک طور سے نہیں پک سکتا۔ ذائقہ بھی اچھا نہیں ہوتا۔ کچھ دیر بعد پکایا جائے تو اس وقت تک اس میں ایک عمل شروع ہو جاتا ہے جس سے گل بھی اچھی طرح جاتا ہے اور ذائقہ بھی اچھا ہوتا ہے۔ گوشت کو مکھیوں سے محفوظ رکھنا چاہیئے۔

گھٹیا درجے کا گوشت پیلا ڈھیلا اور نمی سے بھرا ہوا ہوتا ہے اس کی چربی نرم ہوتی ہے ناقص اور بیمار جانور کے گوشت سے ایک مخصوص بو آتی ہے کچھ دیر بعد وہ رطوبت چھوڑ دیتا ہے۔

مریض جانور کا گوشت کھانے سے بہت سی امراض انسانوں کو لگ جاتی ہیں۔ اگر امراض نہ بھی پیدا ہوں تو اس کے زہر کے نتیجہ میں ہیضہ اسہال اور چھپاکی ہو جاتی ہے۔

بقیہ: ص ۳ سے آگے

واپس آ گئے۔ جب گھر پہ پہنچے تو لڑکا کہنے لگا کہ مجھے اجازت دیجئے میں اب واپس جانا چاہتا ہوں وہ کہنے لگے ہیں! اتنی جلدی۔ تم تو طب پڑھنے کے لئے آئے تھے۔ وہ کہنے لگا بس طب میں نے سیکھ لی ہے۔ ذہین آدمی کے لئے تو کوئی دقت ہی نہیں ہوتی وہ کہنے لگے میں نے تو تمہیں ابھی ایک سبق بھی نہیں دیا۔ تم نے طب کہاں سے سیکھ لی۔ وہ کہنے لگا ذہین شخص کو بھلا سبقوں کی کیا ضرورت ہے۔ میں خدا کے فضل سے ذہین ہوں۔ میں نے تمام طب سیکھ لی ہے۔ انہوں نے بہتیرا سمجھایا کہ یہاں رہو اور مجھ سے باقاعدہ طب پڑھو مگر وہ نہ مانا اور واپس آ گیا۔ لوگ اسے دیکھ کر متعجب ہوئے اور کہنے لگے کہ اتنی جلدی آ گئے۔ وہ کہنے لگا ذہین آدمی کے لئے طب سیکھنا کوئی مشکل امر نہیں۔ میں تو جاتے ہی تمام طب سیکھ گیا۔ خیر انہی دنوں کوئی رئیس بیمار ہو گیا اور اس نے اس لڑکے کو علاج کے لئے بلایا یہ گیا نبض دیکھی حالات پوچھے اور پھر کہنے لگا آپ رئیس آدمی ہیں بھلا آپکو ایسی چیزیں کہاں ہضم ہو سکتی ہیں۔ اچھا بتائیے کہ کل آپ نے گھوڑے کی زین تو نہیں کھائی وہ کہنے لگا کیسی نامعقول باتیں کرتے ہو گھوڑے کی زین بھی کوئی کھایا کرتا ہے وہ کہنے لگا آپ مانیں یا نہ مانیں۔ کھائی آپ نے زین ہی ہے۔ نوکروں نے جو دیکھا کہ یہ ہمارے آقا کی ہتک کر رہا ہے تو انہوں نے اسے خوب پیٹا۔ وہ مار کھاتا جائے اور کہتا جائے کہ تشخیص تو میں نے ٹھیک کی ہے اب تم میری بات نہ مانو تو میں کیا کروں۔ آخر انہوں نے پوچھا تیرا اس سے مطلب کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ بات یہ ہے کہ جس طبیب سے میں نے طب سیکھی ہے وہ ایکدن مجھے ساتھ لے کر ایک مریض دیکھنے کے لئے گئے میں انکی حرکات کو خوب تاڑتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ حکیم صاحب نے ادھر ادھر نظر دوڑائی اور چند چنے کے دانے جو چارپائی کے نیچے گرے ہوئے تھے وہ اٹھا لیے اور پہلے تو ان دانوں سے کھیلتے رہے پھر مریض سے کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے آپ نے چنے کھائے ہیں اور اس نے اقرار کیا کہ واقعہ میں میں نے چنے کھائے ہیں۔ میں اس سے فوراً سمجھ گیا کہ جب کسی مریض کو دیکھنے کے لئے جانا پڑے تو جاتے ہی اسکی چارپائی کے نیچے نظر ڈالنی چاہیئے اور جو چیز اسکی چارپائی کے نیچے ہو اسکے متعلق یہ سمجھنا چاہیئے کہ اسکے کھانے سے مریض بیمار ہوا ہے۔ اب میں جو یہاں آیا تو آتے ہی میں نے انکی چارپائی کے نیچے نظر ڈالی تو مجھے گھوڑے کی زین نظر آئی۔ پس میں سمجھ گیا کہ یہ گھوڑے کی زین کھا کر بیمار ہوئے ہیں۔

اب دیکھو جس چیز کا نام اس نے ذہانت رکھا ہوا تھا وہ ذہانت نہیں تھی بلکہ حماقت اور بیوقوفی تھی۔ اور گو اس مثال پر تم سب ہنس پڑے ہو مگر اس قسم کی بیوقوفیاں تم بھی کرتے رہتے ہو (سوائے اس کے جو اللہ چاہے) جیسے میں نے بتایا ہے سو میں سے ایک ممکن ہے ذہین ہو لیکن ۱۰۰ میں سے ۹۹ یقیناً ذہانت سے عاری ہوتے ہیں۔

ضرورت اساتذہ

○ ربوہ میں واقفینِ نو بچوں کی تعلیم و تدریس و تربیت کیلئے ہمیں کوالیفائیڈ۔ تجربہ کار اور ٹرینڈ اساتذہ کی ضرورت ہے جو کم از کم بی۔اے/بی ایس سی پاس ہوں اور ساتھ ٹریننگ کی سند یا ڈپلوما بھی رکھتے ہوں۔

پہلے اس بارہ میں مکرم ناظر صاحب تعلیم بھی اعلان شائع کروا چکے ہیں۔ اب پھر تاکید کی جاتی ہے کہ خدمت سلسلہ کا جذبہ رکھنے والے جو اس کام کے لئے منشرح ہوں۔ جلد ہمیں مطلع کریں۔

وکیل التعلیم تحریک جدید ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پروفیسر میاں محمد افضل

کتاب نے کیسے جنم لیا؟

قرطاسِ ابیض پہ ناچتے ہوئے رنگین الفاظ کا مجموعہ ایک کتاب کی شکل ڈھال لیتا ہے۔ یہی کتابیں ہیں جن سے آج لائبریریاں اٹی پڑی ہیں۔ اور بک سٹالوں پہ رسائل اور کتابوں کی بھرمار ہے۔ مگر اس کتاب کی ابتدا کہاں سے ہوئی۔ آیئے آج اس کا کھوج لگائیں۔

انسان حیوانِ ناطق ہے اور نطق اظہار کا طالب۔ انسانی دماغ آج نہیں بلکہ ہمیشہ سے مختلف النوع خیالات کی آماجگاہ رہا ہے۔ خیال نے جنم تو لے لیا مگر اس کا اظہار بھی ضروری تھا۔ جس کی ایک شکل گفتگو تھی۔ عام انسانوں نے سوچ کے حامل انسانوں کی گہری اور فلسفیانہ باتیں سُنیں اور انہیں ذہن میں محفوظ رکھنے کی کوشش کی مگر اکثر و بیشتر ایسے ہوا کہ پُرانی دفن شدہ باتیں تحت الشعور سے اُبھر کر شعور تک نہ پہنچ سکیں کیونکہ کئی لوحِ دماغ سے مٹ گئیں۔ کئی دھندلا گئیں اس لئے ضرورت اس امر کی محسوس کی گئی کہ کوئی ایسا طریقہ اپنایا جائے کہ یہ خیالات کہیں ایسے نقش ہو جائیں کہ دوبارہ اُن سے مستفید ہوا جا سکے اور اُن کو دوسروں تک پہنچایا جا سکے۔ سو انسان نے اظہارِ خیال کے لئے ٹیڑھی میڑھی لکیریں لگانا شروع کر دیں مثلاً غاروں پہ جانوروں کی شکلیں بنائی گئیں جیسے سنگ تراشوں نے کھود کر محفوظ کر دیا۔ اور اس طرح تحریر نے جنم لیا۔ بعد میں ان تصویروں نے لکیروں کی شکل اختیار کر لی اور اس طرح انسان نے اپنے خیالات۔ احساسات، احکامات تصورات کے اظہار کا ایک ذریعہ دریافت کر لیا۔ لکیریں کبھی غاروں کی دیواروں پہ لگائی گئیں۔ کبھی سرکنڈوں پہ لکھا گیا کبھی مٹی کی تختیوں کو کام میں لایا گیا۔ کبھی چمڑے کو استعمال کیا گیا اور کبھی ریشم سے کام لیا گیا اور آخر کاغذ منصۂ شہود پہ آیا۔ مگر آج ہم کاغذ کے دور سے بھی آگے نکل کے کسی اور منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ آج کی لائبریری میں علمی خزانے نہ صرف کاغذ سے بنی ہوئی کتابوں میں محفوظ ہیں بلکہ اب انہیں مائیکرو فلم اور مائیکرو فش پہ منتقل کر دیا گیا ہے۔ آپ ایک ضخیم کتاب ایک چھوٹی سی مائیکرو فلم پہ ٹرانسفر کر سکتے ہیں۔ CD ROMS یا کمپیوٹر ڈسکس پہ تو آپ بے شمار کتابیں یکجا کر سکتے ہیں۔ مگر یہ تو ہم شاید کتاب کی انتہا کی بات کر رہے ہیں آیئے پھر چلیں ابتدا کی طرف۔

زمانۂ قدیم میں انسان نے اپنے گھروں یعنی غاروں کی دیواروں کو جانوروں کی شکلوں سے مزین کرنا شروع کیا۔ یہ PICTOGRAPHS یا تصویریں، یا کتاب کی اوّلین شکل، غاروں میں ملتی ہے۔ یہ تھے انسانی تحریر کے اوّلین نمونے۔ اس کے بعد مصریوں نے ایک قدم اور بڑھایا۔ وہ دریائے نیل کے کنارے بے تحاشا اُگنے والے سرکنڈوں کو اپنی مطلب براری کے لئے کام میں لائے۔ انہوں نے ان سرکنڈوں کا گودا نکالا۔ اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو اکٹھا کیا۔ سرکنڈے کے گودے یا PAPYRUS سے SCROLL یا کتاب کا صفحہ بن گیا۔ (ضمناً یہ بھی تحریر کر دیا جائے کہ PAPER یا کاغذ کا لفظ PAPYRUS سے ہی نکلا ہے) یہ SCROLL یا صفحے اتنے لمبے ہوتے چلے گئے کہ اُن میں سے بعض کی لمبائی ۴۰ میٹر تک پہنچ گئی۔ مصریوں کی یہ تحریر بھی زیادہ تر جانوروں کی تصویروں پر مشتمل تھی۔ اس اندازِ تحریر کو HIEROGLYPHIC WRITING کہا جاتا ہے۔ کتاب کے صفحے نے اس کے بعد جو شکل اختیار کی وہ مٹی کی تختیوں کی تھی جنہیں آگ میں ڈال کر پکا کر لیا جاتا۔ تاکہ وہ زیادہ عرصہ تک محفوظ رہ سکیں۔ اس کے بعد چمڑے کی باری آئی۔ جانوروں کی کھالوں کو صاف کر کے اس پہ لکھا جانے لگا۔ مگر جلد ہی چمڑے کو بہتر شکل دے دی گئی اسے PARCHMENT کہا جاتا یعنی کھال کی ایک باریک اور نرم تہہ الگ کر لی جاتی اور اس پہ لکھا جانے لگا۔ ایشیائے کوچک میں اس زمانے میں ایک لائبریری بنائی گئی۔ جس میں ایسے بہت سے پارچمنٹ رکھے گئے ہیں۔ یہ پارچمنٹ یا نرم چمڑہ کئی لحاظ سے بہتر تھا۔ یعنی کم وزن تھا پھر یہ کہ اس کی دونوں جانب لکھا جا سکتا تھا مگر یہ ایک لحاظ سے سکرول سے کم تر تھا کیونکہ اسے ان کی طرح لمبا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ایسے تہہ کر کے درمیان میں سے سیا جا سکتا تھا۔ اور اس طرح یہ نرم چمڑے دوہرے کر کے سی لئے جاتے اور اس نے کتاب کی ابتدائی شکل اختیار کر لی اور اس طرح کتاب نے جنم لیا۔ ان "کتابوں" کو اکٹھا کیا گیا تو لائبریریاں بننے لگیں (لفظ لائبریری لاطینی لفظ LIBER سے ہے جس کا مطلب ہے کتاب) زمانۂ قدیم کی پہلی مشہور لائبریری اسکندریہ کی لائبریری تھی جس میں سات لاکھ سکرول رکھے گئے۔ اس لئے یہ دعوےٰ کہ ہم ہی علم کے محافظ ہیں قطعاً غلط ہو گا کیونکہ پبلک لائبریری کا نظریہ یونان میں ۵۰۰ سال قبل مسیح میں پیش کیا گیا۔ انہوں نے ایسی کئی لائبریریاں قائم کیں۔ ہاں! یہ ضرور تھا کہ ان "پبلک" لائبریریوں کا استعمال پبلک کم ہی کرتی کیونکہ خواندہ یا اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کی تعداد (جو ان سے مستفید ہو سکتے تھے) بہت کم تھی۔ لیکن آج بھی باوجودیکہ عظیم لائبریریاں موجود ہیں حالات کچھ اتنے مختلف نظر نہیں آتے۔ خواندگی کا تناسب تو قدرے بڑھ گیا ہے اور اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کی تعداد میں روز اضافہ ہو رہا ہے لیکن جہاں تک کتاب پڑھنے کا تعلق ہے صورتِ حال کوئی اتنی خوشکن نہیں کیونکہ ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو نہ تو کتاب پڑھنے کے شوقین ہیں نہ پڑھنے کی تکلیف گوارا کرتے ہیں۔ آپ کو کئی ایسے علمی ادارے نظر آئیں گے جہاں گرد میں اٹی ہوئی کتابیں کسی قاری کے لئے چشم براہ ہوتی ہیں اور اُن کی یہ شدید خواہش، کہ کوئی اپنے لمس سے انہیں محبت کا احساس دلائے، اندر ہی گھٹ کر ختم ہو جاتی ہے پُرانے زمانے کے لوگوں نے سو حربے سوچے کہ کس طرح اپنے افکار و خیالات کو محفوظ کر سکیں مگر آج جب کہ علم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہمارے چاروں طرف موجود ہے ہم کمالِ بے اعتنائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان بیچاری کتابوں پہ ایک نگاہِ غلط انداز بھی ڈالنے کے روادار نہیں۔ کیا یہ ان کی محرومی ہے یا ہماری بدقسمتی؟ مگر چھوڑیئے اس حرفِ شکایت کو۔ آیئے پھر ازمنۂ قدیم میں جھانکیں اور کتابوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں۔

غاروں میں تحریروں کا ذکر تو کیا جا چکا ہے مگر کتاب کی وہ شکل ایسی تھی کہ آپ نہ اُسے اٹھا سکتے نہ منتقل کر سکتے۔ اس لئے وہ کتاب نہیں کہلا سکتی تھی۔ کتاب کی جو اوّلین شکل ہمیں ملتی ہے وہ بھی آج کی کتاب سے اتنی مختلف تھی کہ پہلی نظر میں آپ اُسے کتاب کہنے سے انکار کر دیں مگر چونکہ اس نے کتاب کی سی ذمہ داری سے چند باتوں کو احاطۂ تحریر میں لا کے اُن کو اکٹھا رکھنے اور دوسروں تک پہنچانے کا کام سرانجام دیا، اس لئے اسے کتاب کہا جا سکتا ہے۔ بہرحال یہ پہلی شکل مٹی کی تختیوں کی تھی۔ جس کو محفوظ رکھنے کے لئے آگ میں پکایا جاتا۔ ان تختیوں پہ STYLUS نوک دار قلم سے کچھ نشان ڈالے جاتے یا حروف لکھے جاتے جن سے کوئی خاص پیغام بھجوانا مقصود ہوتا۔ اس قسم کی کتابیں یا تختیاں میسوپوٹیمیا یا کیلڈی سے ملی ہیں۔ ایک تختی جو آج سے چار ہزار سال پہلے تیار کی گئی، طوفانِ نوحؑ سے متعلق تھی۔ یہ آج بھی برٹش میوزیم میں رکھی ہوئی ہے۔ مٹی کی تختیوں کے بعد پیپیرس کا دور شروع ہوا۔ مصریوں نے اس سے بہت کام لیا۔ اُن کی یاد دنیا کی سب سے پرانی کتاب THE BOOK OF THE DEAD ہے جو اس زمانہ میں لکھی گئی جب کہ اہرام مصر کی تعمیر ہو رہی تھی۔ اس کا نسخہ بھی برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ یہ ایک مذہبی کتاب تھی جس میں دیوتاؤں سے دعائیں مانگی گئی ہیں اور دوسری دنیا میں پیش آنے والے واقعات و تجربات سے آگاہی دلائی گئی ہے۔ یہ مذہبی کتاب ہر مرنے والے کے ساتھ دفن کی جاتی اس خیال سے کہ اس کی موجودگی سے دوسری دنیا کا سفر آسان ہو جائے گا۔ چونکہ اس کتاب کو ہر مرنے والے کی قبر میں رکھنے کے لئے تیار کیا جاتا اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ کتاب کی "اشاعت" اور تقسیم کا سلسلہ شروع ہو گیا اور وہ مُردوں کو دفنانے والے جنہوں نے کتاب کی تقسیم کا اس انداز میں اہتمام کیا وہ دنیا کے سب سے پہلے کُتب فروش بن گئے۔ یہ کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوہِ طور سے لائی جانے والی تختیوں سے دو ہزار سال قبل اور اس طرح ویدوں کے تحریر کئے جانے سے دو ہزار سال قبل وجود میں آئی۔

پیپیرس پہ لکھی جانے والی کتابوں کا سائز کیا تھا۔ اس کا اندازہ کچھ اس حقیقت سے لگائیں کہ آج پیرس کے میوزیم میں ایک پیپیرس کا سکرول پڑا ہوا ہے جو کہ ۲۳ فٹ ۷ انچ لمبا اور ۵ فٹ ۷ انچ چوڑا ہے۔ اس سے زمانۂ قدیم کی کتابوں کے سائز کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

اب ذرا چین کی بات ہو جائے۔ یہاں سب سے پہلے بانس کے گودے سے تیار کردہ تختیوں پہ لکھا جانے لگا اُن پہ نوک دار قلم سے کھود کر لکھا جاتا۔ بعض پہ سیاہی سے بھی تحریر کیا جاتا۔ ان تختیوں پہ کنفیوشس کے ارشادات و احکامات درج کئے جاتے۔ بانس کے بعد ریشم کی باری آئی اور اس پہ لکھا جانے لگا۔ اس کے بعد چین نے ایک اور کارنامہ کیا یعنی کاغذ بنا ڈالا۔ یہ دریافت ۱۰۵ سن عیسوی میں

باقی صفحہ ۸ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

واقفینِ نَو

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ تمام واقفینِ نَو کو صحت و تندرستی کے ساتھ لمبی عُمر عطا فرمائے اور وہ بڑے ہوکر خود اپنے آپ کو وقف کے لئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

ولید احمد ابن وسیم احمد
۸-۶ محلہ قاضی پارک شیخوپورہ

عمر فاروق ولد مکرم لطیف احمد صاحب
چھنیاں ربوہ

صادقہ عذرا بنت میاں اصغر علی تحصیل و ضلع
شیخوپورہ فتح میانہ ٹھٹھہ

نجیب احمد ابن عبد اللہ سندھی
طاہر آباد ربوہ

محمد بشارت ابن محمد اصغر
گولیکی تحصیل و ضلع گجرات

عامرہ ابن منوّر احمد
شاہی بازار شہداد پور سندھ

عائشہ روحی بنت میاں اصغر علی فتح میانہ
ٹھٹھہ تحصیل و ضلع شیخوپورہ

صالح محمد اسماعیل ابن نعیم الرحمن
دار الرحمت غربی ربوہ

آمنہ حنا بنت رفیع احمد طاہر
دار الصدر شمالی ربوہ

مبارکہ رفعت بنت چوہدری عطاء الرحمن
محمود نائب ناظر ربوہ

بشریٰ بی بی بنت میاں اصغر علی فتح میانہ
ٹھٹھہ تحصیل و ضلع شیخوپورہ

لبنیٰ امتیاز ابن امتیاز احمد
دار النصر غربی ربوہ

سید نواس احمد ابن سید محمد اقبال
شاہ دار الرحمت غربی ربوہ

نعمات احمد نیر ابن سردار احمد دار الصدر
غربی ربوہ

لئیق احمد ابن خلیل احمد
سہجووالی ضلع شیخوپورہ

محمد نوید ابن محمد امیر
ربوہ

سید اویس احمد ابن سید محمد اقبال
شاہ دار الرحمت غربی ربوہ

محمد اظہر ابن محمد سرور تلونڈی موسیٰ
خاں ضلع گوجرانوالہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مراکش میں ہڑتال

تنخواہوں اور اجرت میں اضافے کے مطالبے تو دنیا بھر میں ہوتے ہی رہتے ہیں اور ان مطالبات کو منوانے کے لیئے بعض اوقات ہڑتال کا حربہ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ مطالبہ کتنے اضافے کا کیا جاتا ہے اور حکومت یا جن سے بھی مطالبہ کیا جاتا ہے وہ کتنا اضافہ دے سکتے ہیں۔ گذشتہ دنوں مراکش کے پرانے شہر فیض میں ہڑتال کی گئی اور جیسا کہ ہر ہڑتال میں عام طور پر ہوتا ہے توڑ پھوڑ سے بھی گریز نہیں کیا گیا۔ لیکن یہ مطالبہ تھا تنخواہوں اور اجرت میں ۳۰۰ فی صد کا۔ گویا کہ اگر کسی کو ایک سو روپے مل رہا ہے تو اسے ۳۰۰ روپے مزید دیئے جائیں۔ عام طور پر دس، پندرہ، بیس فی صد کے اضافے کا مطالبہ کیا جاتا ہے لیکن کون یہ سمجھ سکتا ہے کہ حکومت یا دیگر کام لینے والے لوگ فوری طور پر ۳۰۰ فی صد زیادہ تنخواہ یا اجرت دے سکتے ہیں۔ چنانچہ اسی لیے مراکش کے وزیر داخلہ اور اطلاعات نے پارلیمنٹ کو بتلایا کہ ہڑتال مطالبہ منوانے کے لیئے نہیں بلکہ محض ہڑتال کرنے کے لیئے ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے بلکہ انہوں نے کہا کہ میں پرزور الفاظ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ بعض غیر ملکی ایجنسیاں اور ذرائع ابلاغ ہمارے ملک کے خلاف سازش کرنے والوں کے ہتھے چڑھ کر یہاں کی لیبر تنظیمیں یہ مطالبات ہڑتال کی صورت میں پیش کر رہی ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ وزیر قانون اس بات کی تحقیقات کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں جو لوگ بھی سازش میں ملوث پائے گئے انہیں قانون کے مطابق قرار واقعی سزا دی جائے گی۔

یہ ہڑتال مراکش کی دو لیبر فیڈریشنوں نے کروائی تھی اور اس ہڑتال سے جذبات بھی بھڑکے اور نقصان بھی ہوا۔ یہ تو ممکن ہے کہ کچھ ملکی لوگوں کو سزا دے دی جائے لیکن اگر یہ سازش بیرونی ممالک میں تیار کی جا رہی ہے اور بیرونی ذرائع ابلاغ اس کو ہوا دے رہے ہیں تو انکا کیا کیا جائے گا۔ یہ بات واقعی پریشان کن ہے اور مراکش کے پاس اسکا کوئی علاج بھی نہیں۔

بقیہ: ص۴ سے آگے

ہوئی یہ ایک انقلابی کارنامہ تھا جس نے کتاب کی ہیئت تبدیل کر کے رکھ دی۔

کتاب کی کہانی تو آپ نے پڑھ لی۔ اب اگر لائبریریوں کا ذکر کیا جائے تو مضمون لمبا ہو جائے گا۔ اس لئے ایک علم دوست شخصیت کے ذکر پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔ اینڈریو کارنیگی (جس نے ایک معمولی حیثیت سے زندگی کی ابتدا کی اور امارت کی انتہائی اونچائیوں کو چھو لیا) نے اپنی دولت کا بہتر مصرف یہ سمجھا کہ ملک میں لائبریریاں بنائی جائیں۔ اس نے ۱۸۸۰ء سے ۱۹۱۹ء تک (جب وہ فوت ہوا) ۲۵۰۷ پبلک لائبریریاں مختلف ممالک میں قائم کیں۔ ان میں ۱۷۰۰ تو امریکہ میں تھیں اور باقی دیگر انگریزی بولنے والے ممالک میں۔ یہ علم کی ایک عظیم خدمت تھی جو اکیلے ایک شخص نے کی۔ آج دولت کی ریل پیل ہے مگر لائبریریاں منتظر ہی ہیں کہ کوئی ایسا مخیر اور علم دوست شخص آگے آئے جو ان کی پیاس بجھائے اور ان میں علم کی مزید شمعیں جلائے تا ہماری لائبریریاں چراغاں کا منظر پیش کر سکیں۔ دیکھئے کون یہ چیلنج قبول کرتا ہے۔

روف برادرز کاپی اینڈ بک ہاؤس
اقصیٰ روڈ ربوہ
کی جانب سے تمام طلباء و طالبات کو نیا سال مبارک
نئے سال کی نئی کتب | بارعایت کاپیاں | انگلش کورسز | گائیڈز۔ خلاصے ٹیسٹ پیپرز رعائتی قیمت پر

احباب جماعت کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ کراچی ملیر کینٹ میں ہمیں اپنی ورکشاپ کیلئے گیٹ جالی وغیرہ کے کاریگر، نیم کاریگر یا ویلڈنگ کا تھوڑا بہت کام جاننے والے دوستوں کی ضرورت ہے۔ تنخواہ حسب قابلیت، رہائش مفت۔ اپنی درخواستیں مقامی جماعت کے امیر یا صدر محلہ کی تصدیق کے ساتھ بھجوائیں یا بالمشافہ ملیں۔ رابطہ: چوہدری مہر دین اینڈ سنز اقصیٰ چوک۔ ربوہ
شفیق احمد قمر ایم ایس فیبریکیشن اینڈ آئرن ورکس
۱۳/۴/۳ واسٹی روڈ نزد اعوان ہوٹل ماڈل کالونی کراچی / ۲۰-x بس سٹاپ بکاڈلی چوک ملیر کینٹ کراچی

خبریں

ملکی خبریں

○ پاکستان مسلم لیگ کا ۸۵ واں یوم تاسیس بھرپور طریقے سے منایا جا رہا ہے۔ اس موقعہ پر باغ جناح لاہور میں ایک کنونشن منعقد ہوگا جسمیں وزیراعظم اور مسلم لیگ کے عمائدین شریک ہونگے

○ وفاقی حکومت نے سندھ میں امن و امان کے سلسلہ میں اندرون سندھ کے علاقہ میں عنقریب ایک فوجی اپریشن شروع کرنے کے لئے پلان تیار کر لیا ہے۔ جسکے ذریعہ ڈاکوؤں، اغواء کی وارداتیں کرنے والوں اور انکی پشت پناہی کرنے والے عناصر کو منظر عام پر لایا جائے گا۔

○ قومی اسمبلی کے ارکان کے اقامتی ہوسٹل کے مختلف کمروں سے سراغ رسانی کے انتہائی جدید خفیہ آلات کی تنصیب کا سراغ ملنے کے بعد وزیراعظم نے فوری طور پر اس معاملے کی چھان بین کا حکم دیدیا۔

○ عالمی بینک اور آئی ایم ایف نے پاکستانی حکام کو مشورہ دیا ہے کہ وہ بجلی اور گیس کے نرخوں میں ۲۰ فیصد کی بجائے ۴۲ فیصد اضافہ کریں اسکے بعد ہی پاکستان کو قرضہ دینے کی بات چیت آگے بڑھ سکتی ہے۔

○ مسلح نقاب پوش ڈاکوؤں نے خوشاب کے قریب کنٹھہ پہاڑی کے مقام پر سڑک پر پتھر رکھ کر ٹریفک روک دی اور دو گھنٹہ تک مسافروں کو لوٹتے رہے۔ ڈاکوؤں نے مداخلت پر مسافروں کو زخمی بھی کر دیا۔ اور لاکھوں روپے مالیت کی نقدی اور دیگر سامان لے کر فرار ہو گئے۔

○ گذشتہ دو روز سے جاری موسم سرما کی دوسری بارش نے پورے پنجاب میں جل تھل کر دی ہے۔ مری میں برف باری جاری ہے۔ سیالکوٹ میں سیلاب آگیا ہے۔ دھند اور کہر سے فصلیں تباہ ہونے کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے۔ شدید سردی کی لہر ابھی تین چار روز جاری رہے گی

غیر ملکی خبریں

○ ڈھاکہ میں فوجی عدالتوں سے سزا پانے والے قیدیوں نے سنٹرل جیل میں بغاوت کر دی۔ پولیس فائرنگ سے تین قیدی ہلاک اور ۱۰۰ زخمی ہو گئے۔ جیل کے ۲۷ محافظ بھی زخمی ہو گئے ہیں۔

○ ایک اطلاع کے مطابق عراق میں اپوزیشن گروپوں نے صدر صدام حسین کی حکومت کا تختہ الٹنے کیلئے آپس میں اتحاد کر لیا ہے تاکہ ملک کو تباہ کن جنگ سے بچایا جا سکے۔

○ امریکہ کے صدر نے کہا ہے کہ انہیں اب بھی امید ہے کہ عراق کویت خالی کر دے گا۔ اور امریکی فوج خلیج سے گولی چلائے بغیر واپس آجائیں گے۔

○ بھارتی پنجاب میں علیحدگی پسندوں کی تحریک میں شدت آنے کے امکانات بڑھ گئے ہیں۔ بھارت میں اخباری تبصروں کیمطابق ہندوؤں اور سکھوں کے درمیان شدید فسادات کی راہ ہموار کی جا رہی ہے۔

○ روس کی جانب سے ۱۹۸۶ء میں خلا میں چھوڑا گیا ایک خلائی سٹیشن بے قابو ہو گیا ہے۔ اندازہ ہے کہ وہ دو ماہ تک فضا میں پہنچ جائے گا اور فضا میں پہنچتے ہی جل کر خاکستر ہو جائے گا۔ اس کے جلتے ہوئے ٹکڑے زمین پر گر سکتے ہیں۔ جسکے باعث جانی و مالی نقصان کا اندیشہ ہے۔